عُشر کے چند مسائل

سوال :- چند مسائل عُشر و خراج اراضی توضیح طلب ہیں۔ ان کی تفصیل بیان کر کے تشفی فرمائیں۔ پاکستان کی زمینیں میرے نزدیک عشری نہیں بلکہ خراجی ہیں اور موجودہ حکومت جو ہم سے مالیہ وصول کرتی ہے اس کو خراج کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ تاریخ کی کتب بھی اس طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات پر کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۰۵ میں لکھا ہے کہ ان کی زمینیں اور اموال اور جانیں سب محفوظ رکھی گئیں۔ زمینوں پر حسبِ قاعدۂ شرعیہ خراج مقرر کر دیا گیا۔ پھر ۳۹۲ھ میں جے پال نے گرفتار ہو کر سلطان محمود کی خدمت میں عرض کیا "میری خطا معاف کیجئے اور مجھ کو چھوڑ دیا جاوے۔ میں اب تا زیست فرمانبرداری سے انحراف نہ کروں گا اور سالانہ خراج بلا عذر و حیلہ بھیجتا رہوں گا۔ یہی خراج تمام مسلمانوں کے دَورِ حکومت میں رہا۔ مغلیہ خاندان میں بھی یہی عمل رہا، جیسا کہ آئینِ اکبری میں ہے۔ تاریخ کی کتب میں ہماری اراضی پر کبھی عشر کی وصولی کا سراغ نہیں ملتا۔ لہٰذا ہماری اراضی کا وظیفہ عشر کی بجائے خراج ہونا قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے اور پھر خراج بھی موجودہ ٹیکس (مطالبہ) کی صورت میں وصول ہو جاتا ہے کیونکہ اراضی مسلم پر دو ٹیکس (عشر و خراج) جمع نہیں ہو سکتے۔

لا یجتمع علی مسلم خراج وعشر (رواہ ابن عدی فی الکامل از فتح القدیر ج ۴)

بصورت دیگر ہماری اراضی عشری ہیں تو پھر جن اراضی کو نہری پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اس پر حکومت دو قسم کے ٹیکس وصول کرتی ہے۔ ایک کا نام آبیانہ (اجرت پانی)، دوسرے کا نام مطالبہ (خراج)، تو ایسی اراضی پر نصف عُشر رہے گا یا سالم عشر، اور مطالبہ وضع کرنے کے بعد یا قبل؟

اکثر مالک اراضی مزارعین سے کاشت کرتے ہیں جن کے ساتھ نصف نصف حصہ طے پاتا ہے۔ بعض مالک اراضی نوکر رکھتے ہیں۔ ان کی تنخواہیں مقررہ اسی اراضی کی آمدنی سے بصورت

جنس اگر جنس مقرر ہو یا بصورت نقد ادا کی جاتی ہے۔ بعض مالک اراضی خود کاشت کرتے ہیں۔
اب عشر دونوں فریقوں پر رہے گا یا صرف مالک اراضی پر رہے گا۔ اگر دونوں پر ہے تو بٹائی سے قبل یا بعد؟ پھر اس میں پانچ وسق کا نصاب مقرر ہے یا قلیل و کثیر پر عشر ہو گا؟

اجناس کے علاوہ چارہ جو کاشت کیا جاتا ہے اکثر وبیشتر بیل کاشت کرنے والے کھا جاتے ہیں، بعض حصہ فروخت کیا جاتا ہے۔ اب اس میں عشر ہے یا نہیں؟

جواب۔ ہند و پاکستان کی زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کے مسئلے پر اگرچہ بحث ہوتی رہتی ہے، لیکن اس دیار کے مستند علماء کا، جن میں حنفی، اہلحدیث سب شامل ہیں، فتویٰ یہی ہے کہ مسلمانوں کی مملوکہ اراضی پر عشر ادا کرنا ہی زیادہ صحیح اور محتاط مسلک ہے۔ جو مسلمان زمین سے پیداوار حاصل کرتا ہے وہ آتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ کا مخاطب ہے اور عشر کی ادائیگی کا بہر صورت مکلّف ہے۔ آپ نے جو عبارات نقل کی ہیں وہ اس معاملے میں کوئی صحیح اور مفید رہنمائی نہیں دے سکتیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر مسلمان حکمران جو بھی زرعی محصول وصول کرے اسے شرعاً عشر یا خراج کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ عشر یا خراج کی تعریف میں صرف وہی ٹیکس آسکتا ہے جو اسلامی نظامِ حکومت کے زیرِ اہتمام اسی نیت کے ساتھ اور انہی قواعد و مقاصد کے تحت لیا اور دیا جائے جو شریعت میں عشر و خراج کے لیے مقرر ہیں۔ زمین پر جو رائجُ الوقت مالیہ عائد کیا جاتا ہے، اس میں عُشر یا خراج کا کوئی بعید ترین تصور بھی کارفرما نہیں ہے۔ اب اگر اس مالیے کو عُشر یا خراج کا نام دے کر کوئی زمیندار عُشر کا انکار کر سکتا ہے تو اسی طرح ایک سرمایہ دار اور کارخانہ دار بھی کہہ سکتا ہے، کہ میں جو سرمائے یا اموال پر مختلف ٹیکس دیتا ہوں، ان سے میری زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ قیصر کا حق تو قیصر کو مل جائے گا مگر خدا کا حق ہی وصول ہونے سے رہ جائے گا۔

لا یجتمع علی مسلم خراج و عشر کی جس روایت کا ذکر آپ نے کیا ہے وہ نہایت ضعیف ہے اور اس بات کو امام ابن ہمام نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس کے متعدد راوی مجروح ہیں جیسا کہ درایہ میں ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے، چنانچہ امام مالک، شافعی اور احمد وغیرہ فقہاء نے اسے ناقابلِ حجت قرار دیتے ہوئے مسلمان مالک کی خراجی زمین پر بھی عشر لازم قرار دیا ہے۔ تاہم اگر اس روایت کو صحیح اور قابلِ استنا[د] تسلیم

کر بھی لیا جائے تو اس سے جو استدلال فقہائے حنفیہ نے کیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ جس زمین سے بھی دو محاصل میں سے ایک ادا ہو جائے، اس پر دوسرا عائد نہ ہوگا، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر زمین فی الاصل عشری ہو، تو اس پر سے خراج وصول ہو جانے کے باوجود عشر ساقط نہ ہوگا، البتہ اگر زمین بالتحقیق خراجی ہو تو اس سے خراج یا عشر، دونوں میں سے ایک اگر لے لیا جائے۔ تو دوسرا عائد نہ ہوگا۔ اب ہماری زمینوں کا مسئلہ اگر مختلف فیہ بھی قرار دیا جائے، تب بھی اگر فی الحقیقت یہ خراجی کے بجائے عشری ہوئیں تو ان پر حنفی مسلک کی رو سے بھی عشر بہر حال لازم ہوگا، خواہ ان سے خراج وصول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اس لیے احتیاط و اتقاء کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان صاحب پیداوار ہر حال میں عشر دے تاکہ عنداللہ بری الذمہ قرار پائے۔

جہاں تک آبیانے کا تعلق ہے، اُسے بھی عشر کا قائم مقام قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ اس کی وجہ سے عشر نصف ہو جائے گا لیکن حساب کرتے وقت پیداوار میں سے آبیانہ وضع نہیں کیا جائے گا کیونکہ مصنوعی آبپاشی پر محنت و صرف کی رعایت شریعت نے از خود تخفیف عشر کی صورت میں دے دی ہے۔ اب یہ صحیح نہیں کہ ایک طرف عُشر بھی آدھا دیا جائے اور دوسری طرف عشر محسوب کرتے وقت آبیانہ بھی منہا کر لیا جائے۔ ہاں، عشر ادا کرنے سے پہلے پیداوار میں سے مالیہ وضع ہو سکتا ہے۔

فقہائے حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اخراجات کاشت کو عشر نکالتے وقت پیداوار میں سے کم نہ کیا جائے، عام حالات میں اس پر عمل ہونا چاہیے۔ بٹائی کی صورت میں فریقین کو اپنے اپنے حصہ پیداوار پر عشر دینا چاہیے۔ احناف کا فتویٰ یہ ہے کہ عشر میں کوئی نصاب معتبر نہیں ہے، لیکن پانچ وسق (تقریباً ۹ من) کا نصاب صحیح احادیث میں مروی ہے اور صاحبین نے اسے تسلیم کیا ہے، اس لیے کوئی غریب کاشتکار اگر اس نصاب سے کم پر عُشر نہ دے تو اس میں مضایقہ نہیں ہے۔

چارہ جسے کاٹ کر فروخت یا ذخیرہ کیا جائے، اس کی مالیت پر بھی ۱/۱۰ عشر دینا چاہیے۔ احناف کے نزدیک ہر قسم کی زرعی پیداوار پر عشر واجب ہے اس سے مستثنیٰ صرف وہ اشیاء ہیں جو قصداً نہ بوئی گئی ہوں یا بالکل بے قدر و قیمت ہوں۔ مثلاً خود رو گھاس، سرکنڈے، جھاڑ جھنکاڑ وغیرہ جو قابل خرید و فروخت نہ ہوں ان پر عشر نہ ہوگا۔

(ع - غ)